تجھ کو قسم ہے میری

از

سعدیہ عابد

سعدیہ عابد

ناولٹ

مجھ کو غم ہے میری

"فخر! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، یہاں کے لوگ جانے کیسے ہوں، اس سے بہتر تو ہم لاہور میں ہی رہتے کم از کم وہاں بجو تو تھیں، ہم یہاں کتنے اکیلے پڑ جائیں گے یہاں، کسی کو جانتے بھی تو نہیں ہیں"۔ وہ فکرمند تھی۔

"باطی! حوصلے سے کام لو، اگر تم نے ہمت ہار دی تو سوچو میں کیسے خود کو تمہیں اور علیش کو سنبھالوں گا، والدین کے سائے سے محروم ہو کر جینا بہت کٹھن ہوتا ہے باطی اور ہمیں ہمت ہارنے کے بجائے ایک دوسرے کا سہارا بننا ہے، کسی موڑ پر ہمت نہیں ہارنی"۔ فرخ (فخر) دلگرفتگی سے کہہ رہا تھا اور اس کی آنکھیں باطی کی طرح نم تھیں۔

"فخر! بابا نے ایسا کیوں کیا، وہ تو ہمیں ایک پل کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑتے تھے اور اب ہم سے اتنی دور چلے گئے ہیں کہ ہم چاہ کر بھی انہیں اپنے درمیان نہیں لاسکتے"۔ اس کے آنسو گالوں کو بھگونے لگے تھے۔

"ہاں باطی! ہمارے محافظ ابدی نیند سو گئے ہیں، اب ہمیں اپنا سائبان خود بننا ہے، وہ مہربان ہاتھ جب ہمارے سروں پر ٹھہرتا تھا تو ہمیں ہر درد بھول جاتا تھا، خوف ہماری آنکھوں کی دہلیز سے روٹھ کر ہمیں بے سائبانی سے بچالیتا تھا مگر جب وہ مشفق ہستی ہی نہیں رہی تو ہم کیا کریں باطی! وہ ہاتھ بازار میں کہیں نہیں ملتا"۔ وہ روتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں تمہاری طرح بہادر نہیں ہوں، مجھے مما کے بغیر نیند نہیں آتی اور مجھے یہاں نہیں رہنا فخر! واپس اپنے گھر چلو، وہاں کم از کم مما، پاپا کی یادیں تھیں، یہاں ہم اکیلے

WWW.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY

رہیں گے اور جیسے تم نے سوچا ہے ایسے نہیں ہوتا' تم خود کو کب تک بدل سکتے ہو کسی کو شک ہو گیا تو.....''

''پلیز! بچوں کی طرح بی ہیو نہ کرو' اکیلے اس دنیا میں ہم لاوارث نہیں ہوئے' کتنے ہی لوگوں کے والدین مر جاتے ہیں تو کیا وہ سب جینا چھوڑ دیتے ہیں' زندگی چلتے رہنے کا نام ہے کسی کے جانے سے رکتی نہیں ہے اور یہ بات ہم پہلے ہی طے کر چکے تھے کہ اس بات کو ایشو نہیں بنائیں گے' کیونکہ میرا فیصلہ درست ہے' میں نے کوئی رسک نہیں لیا ہے اور اب کافی رات ہو گئی ہے جا کر سو جاؤ مجھے بھی صبح انٹرویو کے لئے جانا ہے اور جاتے وقت مجھے علیشبہ کے ڈاکومنٹس دے دینا اس کا اسکول میں ایڈمیشن کروادوں گا''۔ فرخ احمد اپنی بات مکمل کر کے رکا نہیں تھا جبکہ وہ روتے ہوئے ماضی دہرانے لگی تھی۔

کل کی ہی تو بات تھی جب خوشیاں ان کی باندھی بنیں ان کے اردگرد منڈلاتی تھیں اور اب دو لوگوں کے جانے سے زندگی یکدم ویران ہو گئی تھی' چھ ماہ قبل زندگی کتنی سہل تھی اور اب جیسے لب مسکرانا ہی بھول گئے تھے احمد (فرخ کے والد) صاحب سرکاری ملازم تھے اور ان کی چار اولادیں تھیں' بڑی بیٹی رابعہ شادی شدہ تھی۔ بطینہ نے گریجویشن کی تھی' علیشبہ نائنتھ کے پیپرز دے کر فارغ تھی اور فرخ B.com فائنل ایئر میں تھا۔ زندگی ایک دم مکمل تھی کہ اچانک سب کچھ ختم ہو گیا' کسی عزیز کی شادی میں سے وہ واپس آ رہے تھے کہ مسٹر اینڈ مسز احمد ایکسیڈنٹ میں مالک حقیقی سے جا ملے' رابعہ تو اپنے گھر کی تھی ان تینوں کی زندگی اندھیر ہو گئی' اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لاہور سے کراچی شفٹ ہو گئے یہاں آنے میں فرخ کی ضد اور من مانی کا ہاتھ تھا جبکہ بطینہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ ان کے مقدر میں کیا لکھا ہے یہ تو وقت چلتے ہی معلوم ہونا تھا۔

☆.....☆.....☆.....☆

''بجیا! کب سے بیل ہو رہی ہے' آپ دروازہ کیوں نہیں کھول رہیں''۔ علیشبہ ٹی وی بند کرتے ہوئے بولی۔

''علیش! تم بھول گئیں فخر نے منع کیا ہے''۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے باہر فخر ہی ہو''۔ علیش گیٹ کھولنے چلی گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے ہی آ گئی تھی اور ایک اجنبی لڑکی کو قدرے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔

''ہائے! میں زرمین خان ہوں' آپ کے سامنے والے بنگلو میں رہتی ہوں' آپ لوگ دو دن پہلے ہی شفٹ ہوئے ہیں میں نے سوچا کیوں نا آپ لوگوں سے ملاقات کی جائے' ارے آپ خاموش کیوں ہیں' میرا آنا اچھا نہیں لگا؟'' بطینہ نے حیرت سے اسے دیکھا جس نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا پھر بھی شرمندہ ہوتی وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔

''ہم صرف دو بہن بھائی ہیں' زرقان مجھ سے بڑا ہے 3 سال اور پاپا کے ساتھ بزنس کرتا ہے میں نے بی ایس سی کیا ہے۔ اور کچھ ہی مہینوں میں میری شادی ہونے والی ہے۔ شجاع میرا فرسٹ کزن ہے اور ہم ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں' کب سے میں ہی بولے جا رہی ہوں' تم بھی تو کچھ اپنے بارے میں بتاؤ''۔ وہ صوفے پر بڑے ریلیکس انداز میں بیٹھی تھی۔

''میں نے B.com کیا ہے اور علیش میٹرک میں ہے''۔

''لگتا تو نہیں ہے میں سوچ رہی تھی 7,6 میں ہو گی''۔ زرمین نے بلیو جینز اور پنک کرتے میں شولڈر کٹ بالوں کی پونی بنائے گلابی چہرے والی علیشبہ کو حیرت سے دیکھا تھا۔

''اچھا! اب میں چلتی ہوں' ماما میرا ویٹ کر رہی ہوں گی' تم لوگوں کے ساتھ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا اور بطینہ تم چائے بہت اچھی بناتی ہو' مجھ سے تو کبھی بھی نہیں بنتی' زرقان کہتا ہے میرے ہاتھ کی بنی چائے پینے سے بہتر ہے بندہ کھانسی کا شربت پی لے کم از کم اتنا برا تو نہیں ہو گا''۔ وہ دھیرے سے مسکرائی تھی۔

''او کے! اب تم لوگ آنا مما تم دونوں سے مل کر بہت خوش ہوں گی اور تم لوگ میری کمپنی میں بور تو نہیں ہوئیں' ویسے تو میں کم ہی بولتی ہوں مگر زرقان کو لگتا ہے کہ

میں بہت بولتی ہوں''۔ ابھی وہ اور کچھ بھی بولتی کہ گیٹ سے اندر داخل ہوتے شخص کو دیکھ کر خدا حافظ کہتی چلی گئی۔

''بجیا! یہ کتنا بولتی ہیں' ہم بولنے کا سوچ ہی رہے ہوتے تھے اور وہ دوسری بات شروع کر دیتیں تھیں' ویسے ہیں بہت اچھی''۔ علیشبہ کو مسکراتے دیکھ کر وہ دونوں بھی مسکرا دیئے تھے۔

''تم سچ کہہ رہے ہو فخر!'' بطینہ کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے جوش سے بولی۔

''مجھے خود یقین نہیں آ رہا' لوگوں کو اتنے دھکے کھانے کے بعد بھی جاب نہیں ملتی اور مجھے میرے فرسٹ انٹرویو میں ہی جاب مل گئی''۔

''فخر! کہیں ان کو شک تو نہیں ہو گیا''۔ اسے انجانے خوف نے گھیرا تھا۔

''کبھی عقل کی بات بھی کر لیا کرو' کل سے میں آفس جوائن کر لوں گا اور ہماری ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی میں نے علیش کا ''بیکن ہاؤس'' میں ایڈمیشن کروا دیا ہے' چھوڑ میں دیا کروں گا اور واپسی وین پر ہوا کرے گی''۔ فرخ نے انہیں تمام تفصیل بتائی' چائے کا خالی کپ ٹیبل پر رکھا اور اپنے روم میں آ گیا جبکہ بطینہ خوفزدہ سی وہیں بیٹھی تھی اور علیشبہ Cafe Vision دیکھنے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆.....☆

''مسٹر فرخ! ''اسکائی انڈسٹریز'' کی فائل لے کر میرے روم میں آئیں' ویلڈن مسٹر فرخ! آپ واقعی ایک محنتی انسان ہیں''۔ فائل پر نگاہ دوڑاتے ہوئے ابرار شاہ نے ستائشی نگاہ اس پر ڈالی۔

''تھینک یو سر!'' ابرار شاہ اس کی پروگریس سے مطمئن تھے اسے اور کیا چاہیئے تھا اس نے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔

''مسٹر فرخ! کچھ ہی دنوں میں میرا اکلوتا بیٹا لندن سے لوٹ کر آ رہا ہے اور اس کے آنے کے بعد آپ اسی کے انڈر میں کام کریں گے اور مجھے امید ہے' آپ اپنی گذشتہ کارکردگی سے بہتر کام کرتے ہوئے اپنے نئے باس کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے کیونکہ وہ کچھ غصہ کا تیز ہے اور وقت کا بہت پابند ہے''۔ ابرار شاہ نے فائل دیتے ہوئے تفصیلاً بتایا اور اسے جانے کی اجازت دے دی تو وہ خاموشی سے آ کر کام میں لگ گیا۔

''بجیا! آپ نے بریانی بہت مزے کی بنائی ہے' ایسا کریں تھوڑی سی زرمین بجو کو بھی دے آئیں' وہ کتنی بار ہمارے گھر آ چکی ہیں اور ہم اب تک نہیں گئے''۔ علیش کھاتے ہوئے بولی۔ بطینہ نے چائے بنا کر فخر کو دی (کیونکہ وہ خود دوپہر میں چائے نہیں پیتی تھی اور علیشبہ کو سرے سے ہی پسند نہیں تھی) اور ایک ڈش میں بریانی نکال کر علیشبہ کو آواز دی وہ کارٹون دیکھنے میں مگن تھی' اس لئے دوپٹہ سر پر لیتی فرخ کو بتا کر خود ہی دینے آ گئی۔

''وعلیکم السلام بیٹا! رک کیوں گئیں اندر آ جاؤ' میں ابھی زرمین کو بلاتی ہوں''۔ مسز فیصل بہت پیار سے کہہ رہی تھیں۔

''مجھے بہت اچھا لگا باجی! تم ہمارے گھر آئیں' ورنہ ہر بار میں ہی آتی ہوں''۔ زرمین نے مصنوعی خفگی دکھائی تھی۔

''یار اس وقت نہیں آ سکتا' شام کو پھپھو' زرمین کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آ رہی ہیں' انشاء اللہ کل ملاقات ہو گی''۔ موبائل آف کرتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا اور ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے اس کی نگاہ زرمین کے ساتھ بیٹھی خوبصورت گلابی چہرے والی اجنبی لڑکی پر پڑی جو مسکرا رہی تھی اور اس کی مسکراہٹ اس کے چاند چہرے کو بلاشبہ بلا کی دلکشی بخش گئی تھی' زرقان کچھ پل کو رکا پھر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ وہ دونوں اب تک اپنی باتوں میں حد درجہ محو تھیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

''آئی ایم ایکسٹریملی سوری سر!'' وہ شرمندہ ہوا تھا۔

''نو ایکسکیوزمسٹر فرخ! میں آپ کو فرسٹ ڈے ہی بتا چکا ہوں کہ مجھے ایکسکیوز سے سخت نفرت ہے۔ جب آپ کوئی بھی کام کریں مکمل ایمانداری اور فل اٹینشن کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ کریں یہ حیلے بہانے کوئی معنی نہیں رکھتے اور یہ میری آپ کو لاسٹ وارننگ ہے اور میں اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں ہوں''۔تنویل شاہ نے فائل کھول لی تھی۔

''اسکائی انڈسٹریز کے اونر سے آپ کی بات ہوئی؟''

''یس سر! اور کچھ ہی دنوں میں یہ ڈیل فائنل ہوجائے گی''۔

''گڈ!''تنویل شاہ نے فائل پر سائن کر کے اس کی جانب بڑھائی' تنویل شاہ کی مضبوط انگلیاں اس کی انگلیوں سے مس ہوئی تھیں' فرخ نے فوراً ہاتھ کھینچا تھا اور فائل ٹیبل پر گرگئی تھی تنویل شاہ نے اس کی گھبراہٹ پر توجہ نہ دیتے ہوئے دوبارہ فائل اسے دی اور اپنے کام میں بزی ہوگیا۔

☆......☆......☆......☆

بطینہ نے بیل بجا کر گیٹ پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔وہ دوقدم آگے بڑھی تھی کہ کتے کے بھونکنے کی آواز نے اسے ڈر کر رکنے پر مجبور کردیا' وہ خوفزدہ سی سچویشن ہی نہیں سمجھی تھی کہ کسی نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا' اس کی چیخ نکل گئی وہ اس اجنبی سے فوراً دور ہوئی تھی اور کپکپاتے لہجے میں بولی۔

''آپ کون ہیں' اور آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھے پکڑنے کی؟'' زقیان نے اس کے سرخ چہرے کو بہت دلچسپی سے دیکھا۔

''ٹونولی......گو......گو''۔زقیان نے اپنے پالتو کتے کو اس کی جانب بڑھنے سے روکا تھا' وہ سہم گئی تھی۔

''محترمہ! میں آپ کو اپنی جانب نہ کھینچتا تو یہ ٹونی صاحب مزے سے دعوت اڑا رہے ہوتے''۔ انداز شرارت سے پر تھا۔

''زر......زرمین ہے' میں اس کی فرینڈ ہوں''۔وہ ڈرتے ڈرتے بولی تھی جبکہ خوبصورت براؤن آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں۔

''اوگاڈ! زقیان تم ایک نہ ایک دن کسی کی جان لے کر رہو گے''۔زرمین اس سے پوری تفصیل سن کر غصہ میں آگئی تھی۔

''ماما! یہ زقی سے کہہ دیں کہ یہ اس ٹونی کے بچے کو باہر پھینک کر آئے' اگر باطی کو کچھ ہوجاتا تو اور زقی سے ا بھی نہیں ہوتا کہ اس کتے کو باندھ کر ہی رکھے''۔ سا بات جان کر مسز فیصل زقیان کو ڈانٹنے لگیں۔

''آئی ایم سوری مما! میں ٹونی کو باہر سے لے کر آیا تھا اور جب یہ خاموشی سے انٹر ہوئیں تو ٹونی کو ا وفاداری کا ثبوت بھی تو دینا تھا''۔زقیان نے اس کے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''مما! سن رہی ہیں آپ زقی اس کا کیسے دفاع کر ہے''۔

''زرمین! چپ کر جاؤ' تم دونوں آپس میں لڑتے جارہے ہو' اس بچی کا کچھ خیال ہے یا نہیں ہے'' زرمین شرمندہ ہوتی اس کے لئے پانی لینے چلی گئی ا زقیان اپنے روم میں مسز فیصل' بطینہ کا ہاتھ پکڑ کر صو تک لائیں' پانی پلا کر اس سے ایکسکیوز کیا اور ادھر ادھر باتیں کرنے لگیں' تو اس کا خوف بھی زائل ہونے لگا تھا

☆......☆......☆......☆

''مسٹر فرخ! کیا ہے یہ اس قدر غلطیاں' آپ ا دھیان کدھر ہے''۔تنویل شاہ نے غصہ سے فائل ٹیبل پٹخی اور اس پر نگاہ کی' تو قدرے حیران ہوا تھا' اس کی ک سی گرے آنکھوں میں نمی کی چادر سی تنی تھی جو چھلک جا۔ کو بے تاب تھی۔

''آر یو آل رائٹ مسٹر فرخ!''

''آئی ایم فائن سر!'' فرخ نے فائل اٹھائی تھی۔

''میں ابھی اسے کریکٹ کر کے لاتا ہوں''۔وہ جلد سے بولا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو آپ چھٹی کر لیں کام تو بعد میں بھی ہوتے رہیں گے''۔تنویل شاہ کا اندا نرم سا تھا۔

''آج میرے پیرنٹس کی پہلی برسی ہے' بس ا لئے''۔آواز بھرانے کی وجہ سے بات مکمل نہ ہوسکی تھی۔

''یہ کیا معمہ ہے؟ مجھے ہر بار کچھ عجیب کیوں مح. ہوتا ہے ایسا لگتا ہے مسٹر فرخ وہ نہیں ہے جو ثابت کرنا پ

نہیں تو کچھ گڑ بڑ ہے' اور اس کی آنکھیں ایسا لگتا ہے کہ میں نے یہ آنکھیں پہلے بھی کبھی دیکھی ہیں۔مجھے اس سے بہ سی اپنائیت محسوس ہوتی ہے جیسے میرا اس سے کوئی بہت گہرا رشتہ ہے' جبکہ میں نے مسٹر فرخ کو ایک ماہ قبل ہی یکھا ہے''۔تنویل شاہ سیٹ سے ٹیک لگائے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

☆......☆......☆......☆

''بجیا! ہم لوگ جلدی آ گئے ہیں' ابھی تو کوئی بھی نہیں یا''۔علیش لان پر نگاہ دوڑا رہی تھی۔خوبصورت لائٹنگ سے پورا لان جگمگا رہا تھا' اسٹیج یلو اور گرین کے امتزاج سے مہندی کی تقریب کا سندیسہ دے رہا تھا۔

''اچھا ہوا بیٹا! تم آ گئیں' زرمین تمہارا ہی انتظار کررہی تھی''۔مسز فیصل نے بہت پیار سے ان کا استقبال یا تھا' وہ دونوں سیڑھیاں چڑھتیں زرمین کے کمرے میں آ گئیں۔

''او مائی گاڈ! بطینہ یہ تم ہی ہو کتنی حسین لگ رہی ہو''۔ لو اور گرین غرارہ میں خوبصورت سی بنی سنوری زرمین اسے گلے لگاتے ہوئے بہت شوخی سے بولی تو وہ جھینپ گئی زرمین کی وارڈ روب میں سے اپنا پٹکا نکالتا ہوا زقیان پلٹا تو مبہوت سا رہ گیا۔

گرین کلر کے چنری کے سوٹ میں پیلا اور سبز آنچل اپنے کاندھوں پر سیٹ کئے لائٹ سے نیچرل میک اپ اور ہم رنگ چوڑیاں اور بالوں میں پراندہ ڈالے وہ لگ بھی تو بہت زیادہ حسین رہی تھی۔

زقیان پر بطینہ کی جیسے ہی نگاہ پڑی اسے تکتا پاکر وہ کنفیوژ ہوکر نگاہ جھکا گئی اور رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی' زقیان اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہوتا ڈریسنگ کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

''زقی! اپنی باقی تیاری اپنے کمرے میں جاکر کرو''۔ زرمین اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر بولی تھی۔

''مجھے بھی تمہارے کمرے میں تیار ہونے کا شوق نہیں ہے' بھول گئیں میرے روم میں آصفہ آپی (تائی کی بیٹی) اور ان کے شوہر نے قبضہ جمایا ہوا ہے''۔زقیان بالوں میں برش کر کے گلے میں ڈالے پٹکے اور ڈریسنگ کو دیکھتا باہر نکل گیا۔محفل اپنے زوروں پر تھی' لڑکے لڑکیاں ڈانس کررہے تھے' اور زقیان کی نگاہیں اس کے چہرے کے نزدیک ہی بھٹکتی رہی تھیں' اسی وجہ سے بطینہ کچھ کنفیوژ ہوگئی تھی اور فنکشن ختم ہونے سے پہلے ہی زرمین کے بہت روکنے کے باوجود گھر چلی گئی تھی۔

''باطی! جلدی کرو مجھے دیر ہورہی ہے اور یہ علیش ابھی تک بریک فاسٹ کے لئے نہیں آئی' اسے اسکول نہیں جانا''۔وہ گرے تھری پیس سوٹ میں آفس جانے کو تیار تھا۔

''رات علیش کو بہت تیز بخار تھا اس لئے میں نے اسے نہیں اٹھایا''۔بطینہ' فرخ کے سامنے ناشتہ رکھ کر دوسری چیئر پر بیٹھ گئی۔

''تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا اب کیسی ہے اس کی طبیعت؟''

''میں نے اسے ٹیبلٹ دے دی تھی وہ اب ٹھیک ہے''۔چائے کے سپ لیتے ہوئے نرمی سے اس کی فکر مندی کم کی تھی۔

''تم نے اپنی دوست کو شادی میں دینے کے لئے گفٹ لے لیا؟''

''میری ہمت ہی نہیں ہوئی کہ میں علیش کے ساتھ جاکر لے آتی۔آج اس کی شادی میں جانا تو مشکل ہوجائے گا علیش کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور میں اکیلی تو نہیں جاسکتی''۔

''تم نہیں جاؤ گی تو وہ ضرور ناراض ہوگی' آج میں آفس سے جلدی چھٹی لے کر آجاؤں گا' تم جانے کی تیاری کرلینا' علیش کے پاس میں رہوں گا تم کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے واپسی میں کوئی گفٹ بھی لیتا آؤں گا' میں چلتا ہوں' لیٹ ہورہا ہوں اور میرے باس تو لگتا ہے مما کی طرح گھڑی کی سوئیوں سے چلتے ہیں''۔بطینہ نے چونک کر اسے دیکھا اور وہ اپنی پلکوں پر امڈ آنے والی نمی چھپاتا ٹیبل پر سے گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا اور وہ

گیٹ لاک کر کے گھر کے کاموں میں لگ گئی۔

☆.....☆.....☆.....☆

''تنویل کے بچے مل گئی تجھے فرصت''۔ زقیان نے تنویل شاہ کے گلے لگتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔

''کافی ٹائم ہوگیا ہے یہ برات کب آئے گی؟'' تنویل شاہ نے گھڑی پر نگاہ ڈالی جو ساڑھے گیارہ بجا رہی تھی۔

''او میرے بھائی! اب ہر کوئی تیری طرح وقت کا پابند نہیں ہوتا' ٹائم ادھر ادھر ہو بھی جاتا ہے''۔

''میں ٹھیک ساڑھے بارہ بجے یہاں سے نکل جاؤں گا' میں تمہاری طرح نہیں ہوں 1 بجے سونے کے لئے لیٹ جاتا ہوں''۔ وہ دونوں باتیں ہی کر رہے تھے کہ برات آنے کا شور اٹھ گیا اور وہ زقیان کے ساتھ استقبال کے لئے کھڑا ہوگیا۔

''تنویل پلیز! تم جا رہے ہو تو بطینہ کو بھی ڈراپ کر دینا''۔

''تو جانتا ہے میں لڑکیوں کو لفٹ نہیں دیتا''۔ وہ عام لڑکی نہیں ہے' اسے میں بہت جلد تیری بھابی بنانے والا ہوں''۔

''واقعی سیریس ہے زقی؟'' تنویل شاہ کو حیرت سی ہوئی تھی۔

''ایکدم سیریس ہوں' ابھی تو میں نے بطینہ سے نہیں کہا اور نہ ہی گھر میں ذکر کیا ہے سب سے پہلے تجھے ہی بتا رہا ہوں''۔

''ویسے بتا تنویل! کیسی ہے میری پسند؟'' زقیان نے اپنی مام کے ساتھ آتی گولڈن پشواز میں خوبصورت سی بطینہ کو دیکھ کر سرگوشی میں پوچھا تھا۔

''لڑکی بہت اچھی ہے' تیرے ساتھ جانے کیسی لگے''۔ تنویل شاہ مسکرا رہا تھا' جبکہ زقیان اسے مکا دکھا کر رہ گیا۔

''تھینکس!'' بطینہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولی تھی۔

''باطی! کی بچی کہاں رہ گئی تھیں''۔

''آرام سے فخر باہر کوئی ہے تم دروازے پر ہی شروع .....!'' باطی نے کھلے دروزے سے اندر قدم رکھتے ہوئے پیچھے پلٹ کر دیکھا' تنویل شاہ گاڑی ریورس کر رہا تھا اور جاتے جاتے اس کی نگاہ بطینہ کے ساتھ موجود شخص پر پڑی تھی۔ پکی نیند سے جاگی گرے خمار آلود آنکھیں' گلابی چہرہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں اگر دھندلا نہیں تھا' تو واضح بھی نہیں تھا' اس نے گاڑی آگے بڑھا دی اور بطینہ گیٹ بند کر کے اندر اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔

☆.....☆.....☆.....☆

''مام! آپ رو رہی ہیں اور یہ اپنے پیچھے کیا چھپایا ہے؟'' تنویل شاہ' نرمین کے کمرے میں کسی کام سے آیا تھا۔

''بتایئے مام! میں نے آپ کو اکثر چھپ چھپ کر روتے دیکھا ہے' آپ اپنے بیٹے سے اپنی پریشانی شیئر نہیں کر سکتیں اور یہ کون ہیں مام؟'' تنویل شاہ نے تکیے کے نیچے سے جھانکتی تصویر اٹھا کر دیکھی اور سوالیہ انداز میں اپنی مام کو دیکھنے لگا۔

''یہ شرمین ہے' مجھ سے دو سال چھوٹی اور بابا کی لاڈلی تھی''۔

''مام! یہ اب کہاں ہیں' میں تو ان سے کبھی نہیں ملا''۔

تنویل شاہ اپنی مام سے مشابہہ گوری رنگت والی بے حد مسکراتی ہوئی لڑکی کو دیکھتے ہوئے چونکا۔

''یہ آنکھیں تو میں نے رات ہی دیکھی ہیں''۔ وہ دل میں خود سے مخاطب ہوا۔ نرمین شاہ نے روتے ہوئے اسے تفصیل بتائی تھی' جسے وہ حیرانگی سے سن رہا تھا' اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بہت نرم اور دھیمے انداز میں بولنے والے نانا جان اتنے سخت مزاج اور اصول پسند ہیں۔

''مام! میرا آپ سے وعدہ ہے' شرمین آنی کو میں آپ سے ضرور ملواؤں گا''۔ تنویل شاہ نے اپنی ماں کے آنسو صاف کئے تھے۔

''نہیں تنویل! بابا جان' کبھی راضی نہیں ہوں گے اور تم اسے کہاں ڈھونڈو گے' مجھے تو بس اتنا معلوم ہے کہ وہ لاہور میں رہتی ہے اس سے زیادہ کبھی بابا جان کے ڈر سے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی' ماں جی' شرمین سے ملنے کی آس دل میں لئے منوں مٹی تلے جا سوئیں۔ انور بھائی

نے شرمین کا ذکر کیا تو بابا جان بھڑک اٹھے اور انور بھائی بھی خاموش ہوگئے''۔ نرمین بے بسی سے کہہ رہی تھیں۔

''مام! نانا جان نے منع کیا اور آپ لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی' مگر میں اب شرمین آنی کو ضرور ہمارے درمیان لاؤں گا''۔ تنویل شاہ تصویر اٹھائے ان کے روم سے نکل گیا۔

☆.....☆.....☆.....☆

''بجو! زقیان کا فون تھا وہ لوگ بس پہنچ رہے ہیں کوئی چیز رہ گئی ہے تو مجھے بتا دیں''۔ موبائل آف کرتے ہوئے فرخ ریڈ کلر کی ساڑھی میں نک سک سے تیار رابعہ کی طرف گھوما' جو دو دن پہلے ہی لاہور سے بطینہ کے نکاح میں شرکت کے لئے آئی تھی۔

''نہیں سب کام مکمل ہے' اویس بطینہ کو پارلر سے پک کرنے چلے گئے ہیں' اب تم بھی جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں علیش کو دیکھتی ہوں' جانے کہاں چلی گئی''۔ رابعہ' علیش اور بطینہ کے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھ گئی' فرخ جلدی جلدی تیار ہو کر باہر آیا تو لڑکے والے آ گئے تھے۔ زقیان سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کی نگاہ تنویل شاہ پر پڑی تو وہ قدرے حیران ہوا تھا۔

''تنویل! یہ میرے اکلوتے سالے صاحب ہیں اور فرخ یہ میرا بیسٹ فرینڈ تنویل شاہ ہے' اسی کی وجہ سے ہم وقت پر پہنچ گئے ہیں''۔ زقیان شرارت سے کہتا کسی کے بلانے پر ایکسکیوزمی کہہ کر وہاں سے ہٹ گیا تھا' بلاشبہ آج اس کی شوخیاں دیکھنے لائق تھیں۔ تنویل شاہ کے مضبوط ہاتھ میں فرخ کا ہاتھ لرز کر رہ گیا تھا وہ فوراً وہاں سے ہٹ گیا۔

تنویل شاہ اس کی پشت گھور کر رہ گیا' بلیک کلر کے کرتے میں گلے میں مہرون پٹکا ڈالے' ہلکی سی داڑھی اور گھنی مونچھوں کے ساتھ وہ بہت اچھا لگ رہا تھا اور جانے کیوں تنویل شاہ بار بار صرف اسی کی طرف متوجہ ہو رہا تھا' کبھی اس کی نگاہ اس کی گرے آنکھوں پر ہوتی تو کبھی گالوں کو چھوتے کالے بالوں پر ٹھہر جاتی تھی۔ نکاح کے بعد فوٹو سیشن کا مرحلہ شروع ہوگیا اور ساتھ ہی کھانا بھی کھول دیا گیا۔ زقیان نے کریم کلر کی شیروانی پہنی ہوئی تھی اس نے اپنے پہلو میں بیٹھی مسٹر ڈکلر کے لہنگے میں دلہن بنی بطینہ کو دیکھا جو آج بہت غضب کی لگ رہی تھی۔

''تم اس قدر حسین لگ رہی ہو کہ دل میں آ رہا ہے کہ اس چاند کو آج ہی رخصت کروا کر اپنے گھر لے جاؤں''۔ زقیان نے جھک کر سرگوشی کی تھی۔

''یہاں کیا راز کی باتیں ہو رہی ہیں؟'' شجاع' (زرمین کا شوہر) نے اسٹیج پر قدم رکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔ بطینہ کافی کنفیوژ ہوگئی تھی جبکہ زقیان مسکرا رہا تھا۔

''وہ وقت دور نہیں ہے جب آپ ہماری دسترس میں ہوں گی''۔ زقیان پیار سے کہتا ہوا شجاع کے ساتھ بڑھ گیا' بھوک شدت سے لگنے لگی تھی خوشی کے مارے لنچ بھی ڈھنگ سے نہیں کیا تھا۔

زقیان کے اٹھتے ہی مریم (رابعہ کی نند) اور علیش اسے ڈریسنگ روم میں لے گئیں تھیں اور ایک خوشگوار احساس کے ساتھ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تھی' بطینہ کی رخصتی دو سال بعد ہونی تھی۔

☆.....☆.....☆.....☆

''مسٹر فرخ! تمہارے ہاتھ بالکل لڑکیوں کی طرح نہیں ہیں' گلابی گلابی ہتھیلیاں' خوبصورت لانبی انگلیاں مجھے تمہارے ہاتھ آرٹسٹک سے لگتے ہیں''۔ تنویل شاہ' سادہ سے لہجے میں اس کے ہاتھ سے فائل لیتا ہوا بولا تو وہ گڑبڑا گیا۔

''کیا ہوا بھئی' تم تو گھبرا ہی گئے' میں تو وہ کہہ رہا تھا جو میں نے فیل کیا''۔ تنویل شاہ اچنبھے سے دسمبر کے یخ بستہ موسم میں اس کی پیشانی کو تر ہوتے دیکھ رہا تھا۔

''میں' میں جاؤں سر!'' پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔

''جلدی کیا ہے مسٹر فرخ! آفس آورز تو ختم ہو گئے ہیں' ساتھ ہی نکل جائیں گے' آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟'' تنویل شاہ نے فائلز سمیٹتے ہوئے اچٹتی ہوئی ایک نگاہ اس پر ڈالی اور سیٹ سے اٹھ گیا۔

''او مائی گاڈ! اس ٹائر کو بھی آج ہی پنکچر ہونا تھا' آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

مائنڈ نہ کریں مسٹر فرخ تو مجھے میرے گھر تک ڈراپ کردیں گے''۔

''شک...... کیوں نہیں سر! آیئے پلیز''۔ فرخ نے فرنٹ ڈور کھول دیا تو وہ مسکرا کر بیٹھ گیا۔

''مسٹر فرخ! آپ زقیان کو کب سے جانتے ہو؟''

''لاہور سے جب یہاں شفٹ ہوئے تو پہلی ملاقات زقیان کی فیملی سے ہی ہوئی تھی''۔ فرخ نے موڑ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے تنویل شاہ کو بتایا۔

''یور سسٹر از ویری لکی' زقیان ایک آئیڈیل انسان ہے''۔ اس کے لہجے میں دوست کے لئے فخر سا تھا۔

''آپ کی آنکھیں' میری آنی شرمین سے بہت ملتی ہیں آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ میں تو آج آپ کے پیچھے ہی پڑ گیا ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ آپ کی اور میری آنی کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر بے حد مشابہت ہے''۔ وہ دھیرے دھیرے کہہ رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں سر! اکثر لوگ بغیر کسی رشتے کے بھی ایک جیسے ہوتے ہیں' اور آپ کو حیرت ہوگی میری مام کا نام بھی شرمین تھا اور میری آنکھیں اور ہاتھ بالکل انہی کے جیسے ہیں''۔ فرخ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف کیا تھا اور یہ اس سے بے اختیاری میں ہوا تھا۔ تنویل شاہ کی نگاہ کے حصار میں اس کی دائیں ہتھیلی پر جگمگاتا سیاہ تل آیا تھا اور وہ حیرت کی انتہا کو چھونے لگا کیونکہ ایسا ہی تل اس کی مام کے ہاتھ میں بھی تھا اور ان کے مطابق ان کی چھوٹی بہن کی ہتھیلی پر بھی تھا۔

''کہیں فرخ کی مام ہی تو میری آنی نہیں ہیں''۔ دل میں ایک خیال آیا تھا۔

''مگر ان کی مام کی تو ڈیتھ ہو چکی ہے' او نو......''

''آپ نے مجھ سے کچھ کہا سر!''

''نہیں''۔

''آپ کے پیرنٹس کی ڈیتھ کیسے ہوئی تھی؟''

''روڈ ایکسیڈنٹ میں''۔

''آپ کے رشتہ دار' آئی مین نکاح کی تقریب میں آپ کے نانا اور خالہ وغیرہ نہیں تھیں''۔

''میرے فادر اکلوتے تھے اور میری مام کے رشتے داروں کو میں نہیں جانتا' میرے پیرنٹس کی شادی محبت کی تھی میری مدر کے فادر نے انہیں (اس جرم کی سزا دینے کے لئے) اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا تھا' وہ لوگ کیسے ہیں' کہاں رہتے ہیں' مجھے کچھ نہیں معلوم اتنا سب کچھ بھی صرف مجھے معلوم ہے۔ ایک دن میں نے مام کو روتے دیکھ کر بابا جان سے پوچھا تھا۔ تو وہ بھی صرف اتنا ہی بتا سکے۔ کیونکہ مام نے انہیں اپنی قسم دی تھی اور میرے بابا جان' مام سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور یہ ان کی سچی محبت ہی تھی کہ وہ دونوں ایک ساتھ ہی دنیا سے گزر گئے یہ بھی نہیں سوچا کہ ہم ان کے بعد کیا کریں گے' کیسے رہیں گے''۔ اس کی بدلتی آواز اور ادائیگی لفظ پر سنجیدگی سے اس کی باتیں سنتا تنویل شاہ نے اسے دیکھا' ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتا دوسرے سے آنسو صاف کرتا فرخ اپنی کہی بات سے بے خبر ہی تھا۔

''آئی ایم سوری مسٹر فرخ! میں نے آپ کو ہرٹ کردیا''۔

''اٹس او کے سر! یہ دکھ تو ایسا ہے کہ زندگی کے آخری پل تک ہمیں تڑپاتا رہے گا اور ہم تڑپتے رہیں گے''۔

''لفٹ دینے کا بہت شکریہ' ویسے ہم جتنی دیر میں پہنچے ہیں اتنی دیر میں انسان کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتا ہے''۔ تنویل شاہ نے مسکرا کر کہا۔ تو وہ شرمندہ ہو کر ایکسکیوز کرنے لگا۔

''آجاؤ یار! مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ کوئی میرے گھر تک آئے اور بغیر چائے پیئے دروازے سے ہی لوٹ جائے رحمت بی بی (ملازمہ) دو کپ اچھی سی چائے بنادیں' ساتھ ہی کچھ ریفریشمنٹ کے لئے بھی لے آیئے گا' میں اوپر اپنے کمرے میں ہوں۔ معافی چاہتا ہوں یار' ڈرائنگ روم میں میری مام کی فرینڈز بیٹھی ہیں اور میرے جتنے بھی دوست آتے ہیں' ان کا ڈیرہ ڈائریکٹ میرے روم میں ہوتا ہے تم ریلیکس ہو کر بیٹھو جب تک رحمت بی بی چائے لاتی ہیں' میں شاور لے لوں''۔ تنویل شاہ اس سے

جھوٹ بولتا (کیونکہ زمین گھر پر نہیں تھیں) تاول اٹھا کر واش روم میں گھس گیا اور 10 منٹ بعد ہی اس کی واپسی ہوگئی تھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہیں وہ چلا نہ جائے جبکہ آج وہ ہر پوشیدہ راز سے پردہ اٹھا دینا چاہتا تھا' اپنے شک کو یقین میں بدل دینا چاہتا تھا کہ وہ لڑکا نہیں بلکہ...... فرخ نے اسے دیکھ کر نگاہ چرائی تھی بلیو ٹراؤزر میں بغیر شرٹ کے وہ آئینے کے سامنے کھڑا بالوں میں برش کر رہا تھا' رحمت بی بی چائے رکھ کے چلی گئیں تھیں۔

''چائے لے لو فرخ! ٹھنڈی ہو رہی ہے''۔ تنویل شاہ نے شرٹ پہنتے ہوئے کہا اور پھر خود ہی (شرٹ کے بٹن کھلے چھوڑ کر) اس کی جانب کپ بڑھایا تھا' جو تھینکس کہہ کر تھام لیا گیا تھا۔

کمرے میں ایکدم خاموشی چھا گئی فرخ نے جلدی جلدی چائے ختم کی اور خالی کپ رکھتا اٹھ کر کھڑا ہو گیا جانے کو قدم بڑھائے ہی تھے کہ یکدم ہی کھڑکی میں کھڑا تنویل شاہ مڑا' اور فرخ گھبرا کر پیچھے ہوا تو اس کو گرنے سے بچانے کے لئے بازو سے تھام لیا۔ تنویل شاہ نے فرخ کے چہرے پر نظر کی خوبصورت گہری آنکھوں میں خوف کی پرچھائی ہلکورے لے رہی تھی۔ ایک جھٹکے سے تنویل شاہ نے اس کا بازو چھوڑا' اور ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر مارا' ایسی کوئی اسے امید نہیں تھی۔ وہ لڑکھڑا کر کارپٹ پر گرا تھا اور جب وہ حیرت سے سیدھا ہوا تو بہت کچھ نیچے گر گیا تھا' جس بات پر کافی عرصے سے پردہ ڈالا جا رہا تھا کھل کر سامنے آ گئی تھی۔

فرخ کے کھڑے ہوتے ہی تنویل شاہ نے جھک کر وگ اٹھایا اور اس کی نگاہوں کے سامنے لہرایا فرخ نے حیرت سے تنویل شاہ کے ہاتھ میں پکڑی مصنوعی داڑھی' مونچھ دیکھی اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

''واٹ از دس مسٹر فرخ!'' اس نے مسٹر فرخ بہت چبا کر نہایت غصے سے ادا کیا تھا۔

''سر' یہ...... وہ...... میں''۔ زبان لڑکھڑا کر رہ گئی تھی تنویل شاہ نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا اور ایک بار پھر اپنے آپ کو روک نہیں پایا۔

''چٹاخ''۔ تنویل شاہ نے جنونی انداز میں کارپٹ پر بیٹھی سسکیاں لیتی اس دھوکے باز کو اپنے مقابل کھڑا کیا اور اس کے چہرے کے گرد کالی گھٹائیں چھا گئیں (وگ گر چکی تھی) ایک نظر اس پر ڈال کر تنویل شاہ نے اس کا بازو چھوڑا اور غصے سے دھاڑا۔

''کیوں جھوٹ بولا' تمہیں شرم نہیں آئی سب کو لڑکا بن کر دھوکا دیتے ہوئے سب کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے جواب دو؟''

''میں نے کسی کو دھوکا نہیں دیا''۔ نسوانی آواز ابھری۔

''تم نے کسی کو دھوکا نہیں دیا' اور کیسا ہوتا ہے دھوکا جھوٹی لڑکی' اب بند بھی کرو جھوٹ بولنا' بہت دے چکیں تم لڑکا بن کر ہمیں دھوکا اس سے پہلے میں غصے میں کچھ کر بیٹھوں صاف صاف بتاؤ' کیوں تم نے لڑکی ہوتے ہوئے بحیثیت ایک مرد کے میرے آفس میں جاب کی؟''

''میری مرضی میں کچھ بھی کروں' آپ کون ہوتے ہیں' مجھ سے جواب طلبی کرنے والے؟'' جواباً وہ بھی تنویل شاہ سے کہیں زیادہ غصے میں بولی تھی۔

''تم شاید ایسے نہیں مانو گی' مجھے تمہاری اصلیت جاننے کے لئے یقیناً پولیس کو بلانا پڑے گا' اور تم تو زقیان جیسے اچھے انسان کو بھی بے وقوف بنا رہی ہو''۔

''میں نے کسی کو بیوقوف نہیں بنایا اور نہ ہی میں کسی کو دھوکا دے رہی ہوں' مسز فیصل میرے بارے میں سب جانتی ہیں' ان سے رشتہ جوڑنے سے پہلے میں نے حقیقت ان سے چھپائی نہیں تھی''۔ اس نے روتے ہوئے اپنے لمبے بال سمیٹے۔

''اور آپ یہی جاننا چاہتے ہیں نا میں نے خود کو کیوں بدلا تو صرف آپ کی اس بے رحم دنیا کی وجہ سے میں نے ایسا کیا خود کو اور اپنی بہنوں کو دوسروں کی ہوس بھری نگاہوں سے محفوظ رکھنے کے لئے میں نے ایسا کیا اور میں ایسا نہیں کرتی تو کیا کرتی' مجھے تحفظ کا ایک یہی طریقہ نظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

آرہا تھا۔ جب ایک حادثے میں جان سے پیارے عزت کے محافظ ہمارے والدین ہم سے چھن گئے تو ہم بہنیں چھت کے ہوتے ہوئے بھی بے سائبان ہوگئے۔ کیونکہ سہارا' دیواریں نہیں ان میں بسنے والوں کا پیار اور اعتبار فراہم کرتا ہے اور ہم سے ہمارا وہی پیار چھن گیا تھا' وہ محلہ جہاں ہم نے آنکھیں کھولیں چھوٹے سے بڑی ہوئیں تھیں' وہاں ہم وہ لوگوں کے نہ ہونے سے بہت غیر محفوظ ہوگئے تھے۔ باپ کی زندگی تک کسی کی ہمت نہیں تھی ہم پر غلط نگاہ ڈالنے کی مگر باپ کے سائے سے کیا محروم ہوئے ہم دوسروں کے لئے مفت کا مال بن گئے' روز دروازے پر کوئی منچلا آہٹ کر کے چلا جاتا' تو کبھی وقفے وقفے سے بجتا دروازہ' کھٹ کھٹ کی آوازیں اور مراد خان تو جیسے ہمارے پیچھے ہی پڑ گیا تھا وہ ہمارے محلے کا سب سے بدمعاش لڑکا تھا' اس نے بطینہ سے شادی کا کہا' بجو نے اسے منع کر دیا اور ہم سب کو (تینوں بہنوں) اپنے گھر لے گئیں' بجو کی شادی دو ماہ قبل ہی ہوئی تھی اویس بھائی تو ہمیں پہلے بھی لے جانا چاہتے تھے مگر ان کی امی اتنے لوگوں کا بوجھ اٹھانے پر راضی نہیں تھیں۔ ہمارا جانا ان کو پسند نہیں آیا تھا اور جب مراد خان نے دھمکیوں کا رخ ان کے گھر کی طرف موڑا تو اویس بھائی نے مجبور ہو کر بجو سے کہا کہ وہ بطینہ کی شادی مراد خان سے کر دیں' کیونکہ وہ سالیوں کی خاطر اپنے گھر کی عزت داؤ پر نہیں لگا سکتے تھے۔ بطینہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی وہ اس قابل تھا ہی نہیں کہ کوئی شریف لڑکی عمر بھر کا ناتا اس سے جوڑتی اور یہ ساری پچویشن مجھے خوفزدہ کر رہی تھی میں بہت رو رو کر بابا کو بلا رہی تھی مگر وہ میری بات نہیں سن رہے تھے۔

میرے بابا مجھے اپنا بیٹا' اپنا فخر مانتے تھے۔ اور جب میں پیدا ہوئی تھی انہیں امید تھی کہ بیٹا ہوگا مگر بیٹی کو دیکھ کر میرے بابا نے مجھے دھتکارا نہیں تھا۔ مجھے اپنے سینے سے لگا کر کہا تھا یہی میرا بیٹا ہے' میرا فخر ہے' اور بابا مجھے فرخ نہیں فخر کہہ کر بلاتے تھے میں نے ہمیشہ کو ایجوکیشن میں پڑھا تھا میری دوستی لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں سے زیادہ تھی۔ میں نے کبھی لڑکیوں والے کپڑے نہیں پہنے تھے میرا ہر انداز لڑکوں والا تھا بابا مجھے دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور مام ہولتی رہتی تھیں اور میرے بال انہیں بہت عزیز تھے اور بابا کو بھی جبھی میں نے نہیں کٹوائے تھے اور بس یہی ایک بات مجھ میں لڑکیوں والی تھی' جبکہ میں بولتی بھی ایسے ہی تھی جیسے لڑکے بولتے ہیں' نہیں کھاؤں' وہاں جاؤں گا وغیرہ۔ اور جب مراد خان کی دھمکیاں زور پکڑنے لگیں تو میرے ذہن میں آیا کیوں نہ میں واقعی بابا کا بیٹا ان کا فخر بن جاؤں اور پھر میں نے اپنی سوچ پر عمل کرنے کے لئے بجو اور بطینہ کی مخالفت کے باوجود اپنا گھر اونے پونے داموں میں بیچا اور جو رقم بابا نے بینک میں رکھی تھی وہ ملا کر کراچی میں گھر لے لیا۔ اور مراد خان کو دھوکا دینے کے لئے شادی کی تاریخ طے کر دی تاکہ وہ شادی کی تیاریوں میں مگن ہو کر ہم پر نگاہ رکھنا چھوڑ دے اور ہم بظاہر شادی کی تیاریوں میں لگ گئے تھے' مگر ہم کچھ ضروری سامان لے کر باقی تمام فرنیچر وغیرہ چھوڑ کر کراچی شفٹ ہوگئے۔ میرا نام ایسا ہے جسے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی' علیش اور باطی مجھے بابا کی طرح فخر ہی کہتے تھے۔ مام اور بجو فری کہتی تھیں اور لڑکوں کے ساتھ رہ کر ان کے انداز تو تھوڑے بہت مجھے آتے ہی تھے بس میں نے اپنے ڈاکومنٹس میں "فی میل" میں سے "فی" کٹوا کر "میل" رہنے دیا اور کراچی میں شفٹ ہونے کے بعد خوش قسمتی سے پڑوس اچھال گیا اور فرسٹ انٹرویو میں ہی آپ کے آفس میں جاب بھی مل گئی۔ میں جانتی ہوں' سر میں نے آپ سب سے جھوٹ بولا۔ مگر اپنی صنف بدل کر دھوکا دیتی رہی تو صرف اپنی معصوم بہنوں کو بچانے کے لئے یہ دنیا مردوں کی ہے' اس معاشرے پر مرد کی اجارہ داری ہے' اور میں نے اپنے تحفظ کے لئے یہ سب کیا تو مجھے کوئی شرمندگی یا افسوس نہیں ہے"۔ فرخ تھک کر چپ ہوگئی تھی تنویل شاہ نے گلاس اس کی طرف بڑھایا تو وہ اپنے آنسو صاف کر کے خاموشی سے پانی پینے لگی اور خالی گلاس واپس اسے پکڑا دیا۔

"تم دوسروں کو سہارا دیتے دیتے خود کو کیوں بھول گئیں"۔

"وہ دوسرے نہیں ہیں سر! وہ میری بہنیں ہیں' ان سے میرا خون کا رشتہ ہے' ہم نے ہر دکھ سکھ ساتھ جھیلا ہے اور اگر میری بہنوں کو سہارے کی ضرورت تھی تو مجھے بھی تو تھی"۔

"مجھے اس بات سے انکار نہیں ہے مگر تمہارے اس ڈرامے کی وجہ سے صرف تمہاری بہنیں محفوظ ہوئی تھیں تمہیں اس نازک مسئلے کا ڈھنگ سے ادراک ہی نہیں ہے کہ تم نے یہ قدم اٹھا کر کتنی بڑی غلطی کی تھی' اپنے لئے کانٹوں بھری راہ گزر چن کر تم نے اپنوں کو سہارا فراہم کر دیا اگر کسی کو شک ہو جاتا تو کوئی بھی تمہاری معصومیت سے فائدہ اٹھا سکتا تھا' اور ضروری تو نہیں تھا کہ تم لڑکا ہی بنتیں' اس معاشرے میں کتنی ہی لڑکیاں باپ کے سائے سے محروم ہو کر بھی جیتی ہیں' اس طرح کی نادانی کر کے اپنی عزت ہتھیلی پر لئے نہیں پھرتیں اور تمہیں لگتا ہے کہ تم پر کبھی کسی کو شک نہیں ہوا مگر جب مجھے شک ہو سکتا ہے تو کسی اور کو کیوں نہیں' کیونکہ تم دنیا کے سامنے کچھ بھی بن کر کیوں نہ آجاؤ اندر سے تو وہی رہو گی جو ہو' دردمند دل رکھنے والی نازک سی ایک لڑکی" کسی کی چوٹ پر تڑپ اٹھنے والی۔ اور مجھے تم کو پہلے دن ہی دیکھ کر عجیب سا لگا تھا مگر جب تیسرے دن غصے میں آ کر میں نے کوئی فائل ٹیبل پر پٹخی تھی اور ٹیبل پر رکھا گلاس اور گلدان گرنے کی وجہ سے ٹیبل کا شیشہ چھناکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹا تھا تو تم لپک کر میرے روم میں آئی تھیں' فائل کو بھیگنے سے بچانے کی خاطر میں اپنا ہاتھ زخمی کر بیٹھا تھا اور تم باقاعدہ رو رہی تھیں میں خود ایک مرد ہوں' خوشی مجھے ہنساتی ہے تو دکھ مجھے رلاتے بھی ہیں' لیکن اتنی معمولی سی بات اور معمولی سے زخم پر کسی مرد کی آنکھیں بہنا وہ بھی ایک ایسے انسان کے لئے جس سے آپ کا کوئی رشتہ نہ ہو' جس سے ملے فقط 48 گھنٹے ہوئے ہوں بہت بے معنی اور ناممکنات میں سے ہے اور یہ ناممکن بات اس دن ہوئی تو مجھے شک ہونا لازمی تھا اور جب بھی میں تمہیں ڈانٹتا تو تمہاری آنکھیں جھلملانے لگتیں تھیں اور بعض اوقات تم خود کو بہت بہادر ثابت کرنے کی خاطر بالکل ہی کمزور پڑ جاتی تھیں' تمہاری یہ کمزوری آنکھوں سے چھلکنے کو بے تاب ہوتی تھی"۔ اتنی لمبی نصیحت اور وضاحت نے فرخ کو شرمندہ کر دیا وہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے آنسو بہانے لگی۔ تنویل شاہ خاموشی سے اسے روتا دیکھتا رہا پھر اپنی وارڈ روب کی جانب بڑھ گیا اور ایک فریم اس کی جانب بڑھایا جسے اس نے بہت حیرت سے تھام لیا تھا۔

"یہ تو میری مام کی تصویر ہے' آپ کے پاس کیسے آئی اور یہ مام سے ملتی ہوئیں کون ہیں؟" فرخ اپنی مام کی تصویر پر پیار سے انگلیاں پھیرتی ششدر سی تھی۔

"دوسری تصویر میری مام اور تمہاری آنی کی ہے"۔ اس نے حیرت سے بھیگی پلکیں اٹھائی تھیں۔

"مام! آنی سے بہت محبت کرتی ہیں وہ اکثر آنی کو یاد کر کے روتی ہیں' جب مجھے حقیقت پتا چلی تو میں نے مام سے وعدہ کیا کہ میں انہیں ان کی بہن سے ضرور ملواؤں گا مگر میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکتا۔ آنی تو اب ہمارے درمیان نہیں رہیں اور مجھ میں ہمت ہی نہیں ہے کہ مام کو بتاؤں کہ ان کی بہن ان سے روٹھ کر بہت دور چلی گئی ہے جن سے ملنے کی مام کو آس ہے وہ اب ان سے کبھی نہیں مل سکتیں جس چھوٹی بہن کو وہ بہت چاہتی تھیں"۔

"بس..... بار بار محبت اور چاہت کا نام نہ لیں' آپ کی مام' میری مام سے محبت نہیں کرتیں ورنہ یہ دنیا اتنی بڑی نہیں ہے کہ انہیں ڈھونڈا ہی نہ جا سکتا ہو جبکہ آپ کی مام یہ بھی جانتی تھیں کہ مام لاہور میں رہتی ہیں"۔ وہ بہت زور سے چیخی تھی۔

"تم غلط سوچ رہی ہو فرخ! اور مام نانا جان کی وجہ سے مجبور تھیں' نانا جان نے مام اور ماموں جان کو اپنی قسم دی تھی"۔ وہ جلدی سے بولا تھا۔

"ایسی کیسی قسم تنویل شاہ! کہ اپنی بہن کی محبت ہی دل سے مٹا ڈالی اسے ڈھونڈنے منانے کی کوئی کوشش نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی''۔ آنسو ایک بار پھر بہہ نکلے تھے۔

''قسم...... انسان کو بہت مجبور کر دیتی ہے فرخ! اور یہ تو تم خود بھی بہت اچھے طریقے سے جانتی ہو تمہاری بہنیں تمہیں یہ قدم اٹھانے سے روکنا چاہتی تھیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ تم خود کو ان کی وجہ سے مشکل میں ڈالو انہیں تم نے ایک قسم دے کر ہی تو راضی کیا تھا اور وہ تمہاری قسم کے آگے ہار گئی تھیں''۔ تنویل شاہ نے تھوڑی دیر پہلے اسی کی کی ہوئی بات دہرائی تھی۔

''آپ مجھے ان بودی دلیلوں سے قائل نہیں کر سکتے میں نے اپنی ماں کو اس بے حس شخص کے لئے تڑپتا دیکھا ہے''۔

''یہ مت بھولو وہ تمہارے نانا ہیں''۔

''میرے کوئی نانا نہیں ہیں، میں نے اس دنیا میں صرف ماں، باپ اور بہنوں کا رشتہ دیکھا ہے، جس نئے رشتے کی آپ بات کر رہے ہیں اس سے میں انجان ہوں اور انجان ہی رہنا چاہتی ہوں''۔ وہ تلخی سے کہتی جانے کے لئے مڑی تو دروازے میں کھڑی زرمین شاہ پر نگاہ پڑی جو بہت حیرت اور پیار سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''شر...... شرمین......! تنویل یہ میری شرمین کی بیٹی ہے''۔ زرمین شاہ تڑپ کر اس کی جانب بڑھیں اور فرخ ان کے ہاتھ جھٹکتی نکلتی چلی گئی۔

''تنویل! اسے روکو، اسے کہو یہ ایسے مت جائے۔ چوبیس سال پہلے اس کی ماں بھی یونہی چلی گئی تھی اور ہم اسے ملنے کے لئے آج بھی تڑپ رہے ہیں''۔

''اگر آپ کو بہن سے ملنے کی تڑپ تھی تو کیوں نہ اسے ڈھونڈ لیا، اپنی بہن کے بارے میں جاننا چاہتی ہیں ناں تو سن لیں مر گئیں وہ نہیں رہیں، بہت سی خوشیاں پا کر بھی وہ ادھوری تھیں اور ایسے ہی اس دنیا سے چلی گئیں''۔ فرخ ان کی آواز پر پلٹ کر کہتی بھاگ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر زن سے گاڑی بھگا لے گئی۔

زرمین شاہ اس کے انکشاف پر ہوش و حواس میں نہیں رہی تھیں۔ تنویل شاہ انہیں فوراً ہاسپٹل لے کر بھاگا تھا۔

اسے اپنی مام سے بہت محبت تھی وہ زرمین اور ابرار شاہ کا اکلوتا بیٹا تھا اور منصور شاہ (نانا جان) کو بھی اپنے اس نواسے سے بہت محبت تھی کیونکہ وہ زرمین کا اکلوتا بیٹا تھا۔

☆......☆......☆......☆

''زرمین! تم ورلڈ ٹور سے کب آئیں؟'' اپنے روم میں جاتا ہوا زقیان کچن میں کام کرتی زرمین کو دیکھ کر بولا تھا۔

''لگتا ہے اپنی زبان وہیں چھوڑ آئی ہو، میں تم سے آ کر نمٹتا ہوں، میرے لئے مزیدار سی چائے بناؤ جب تک میں چینج کر لوں''۔ کوئی جواب نہ پا کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ پلٹی تھی جسے وہ زرمین سمجھ رہا تھا وہ بطینہ تھا جو مسز فیصل کی خراب طبیعت کی وجہ سے فرخ کے کہنے پر یہاں آ گئی تھی اور کچن میں کھڑی ان کے لئے سوپ بنا رہی تھی کہ زقیان آفس سے جلدی آ گیا بطینہ نے کانپتے ہاتھوں سے چائے بنانے کے لئے رکھی اور یہاں سے بھاگ جانے کا سوچنے لگی کہ آواز پر ٹھٹک گئی۔

''تیرا مکھڑا حسین جادو کر گیا' یہ دل لے گیا میری جان''۔ زقیان اس کے سر پر چپت لگاتا دھپ سے کاؤنٹر پر بیٹھ گیا اور سیب اٹھا کر کھانے لگا۔

''کیسا رہا تمہارا ٹور، اور شجاع کہاں ہے اکیلی آئی ہو تم...... ہمارے کچن میں کیا کر رہی ہو؟'' بطینہ کب تک پیٹھ موڑے کھڑی رہ سکتی تھی اس کا چہرہ دیکھتے ہی زقیان حیرت سے چلایا تھا۔

''آئی ایم سوری مجھے لگا زرمین ہے تمہارا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا اور ابھی تو میں سوچ رہا تھا کہ زرمین اور اتنی دیر خاموش رہ جائے امپاسبل!'' زقیان اس کے گلابی چہرے کو دیکھتے ہوئے شگفتگی سے مسکرا رہا تھا۔

''ماما' کی اب کیسی طبیعت ہے میں نے فون کیا تو ماما کہنے لگیں مجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ان کی بیٹی آ گئی ہے میں سمجھا زرمین آ گئی ہے ابھی سے میری ماما کو اپنے قابو میں کر لیا ہے''۔

''میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا''۔ وہ اس کی نظروں سے گھبرا کر بے ساختگی میں بولی تو زقیان قہقہہ لگا کر ہنس پڑا بطینہ نے جھینپ کر چائے کپ میں ڈالی فریج میں سے کباب اور رول نکال کر وہ فرائی کر چکی تھی ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر اس کی جانب گھومی جو اس کی گھبراہٹ ملاحظہ کر رہا تھا۔

''چائے پی لیں' ٹھنڈی ہو رہی ہے''۔ اسے مخاطب کیا تھا۔

''تم خود کہاں جا رہی ہو چائے نہیں پیو گی؟''

''آپ شروع کریں میں علیش کو اٹھا دوں''۔ وہ مسز فیصل کے روم میں سو رہی تھی وہ روز دوپہر کا کھانا کھا کر سوتی تھی اور باطی کے اٹھانے پر اٹھتی تھی۔

''مجھے اکیلے چائے پینے کی عادت نہیں ہے''۔ شام کی چائے میں مسز اینڈ مسٹر فیصل اس کا ساتھ دیتے تھے۔

بطینہ کچھ کہے بغیر چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور چائے کا کپ اٹھا کر سپ لینے لگی اس نے رول اور کباب کی طرف زقیان کے کہنے پر بھی ہاتھ نہیں بڑھایا تھا زقیان نے دو کباب اور ایک رول بڑی رغبت سے کھایا تھا اور گاہے بگاہے اس کے سرخ پڑتے چہرے پر بھی نگاہ ڈال رہا تھا وہ کنفیوژسی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

''گڈ ایوننگ پریٹی گرل!'' زقیان اسے مزید ستانے کا ارادہ ترک کر کے اٹھا اسی وقت علیش ڈائننگ ہال میں آنکھیں ملتی ہوئی آئی تھی اور وہ واپس بیٹھ گیا۔

''بجیا! پلیز جلدی سے کچھ کھانے کو دے دیں، سخت بھوک لگ رہی ہے''۔ علیش نے زقیان کے برابر والی چیئر سنبھال لی۔ علیش کی بات پر بطینہ نے اسے خشمگین نگاہوں سے گھورا۔

''آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟ بھوک لگ رہی ہے تبھی تو کہہ رہی ہوں''۔ علیش کے معصومیت سے کہنے پر وہ گڑبڑائی تھی اور زقیان اپنا قہقہہ نہیں روک سکا تھا۔

''آپ کی بجیا کا کھانا مانگنے پر ایسا براری ایکشن ہوتا ہے تو میں تو قسم سے بھوکا ہی مر جاؤں گا''۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے زقی بھیا! بجیا روز شام کو مجھے خود ہی جانے کیا کیا کھلاتی رہتی ہیں اور اب میری عادت ہو گئی ہے اور شاید بجیا......''

''چپ کر جاؤ علیش! تمہیں کسی کے گھر آنے جانے کی تمیز نہیں ہے، کیسے منہ اٹھا کر کھانے کو مانگ رہی ہو''۔ بطینہ غصے سے چیئر دھکیلتی کچن میں جانے لگی۔

''پلیز بطینہ! کیسی غیروں والی بات کر رہی ہو' یہ علیش کا اپنا گھر ہے اور تم ہمیں اتنا ہی اجنبی سمجھتی ہو تو پھر کیوں ماما کی بیماری کا سن کر یہاں چلی آئیں''۔

''آپ بجیا کو نہ ڈانٹیں' غلطی میری ہی ہے''۔ علیش کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اور وہ بہت شرمندہ لگ رہی تھی۔

''میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھتا تھا''۔ وہ کہہ کر رکا نہیں اور اپنی مام کے روم کی جانب بڑھ گیا۔

''آئی ایم سوری علیش! میں نے سوچا تمہارے اس طرح کہنے سے زقیان جانے کیا سوچیں''۔ وہ شرمندہ سی تھی۔

''اٹس او کے بجیا! مگر وہ تو میرے بارے میں کچھ سوچنے کی بجائے لگتا ہے آپ سے ناراض ہو گئے ہیں''۔

''تم' یہ رول اور کباب کھا لو' جب تک میں چائے گرم کرتی ہوں''۔ بطینہ اسے جواب دیئے بغیر مصروف ہو گئی۔

''ماما! اٹھ گئی تھیں علیش؟'' مثبت جواب پا کر سوپ باؤل میں نکال کر ٹرے میں رکھا اور دوپٹہ درست کر کے ان کے روم کی جانب وہ بڑھنے لگی، علیش وہیں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

''تھینکس بیٹا! تم فضول میں میری وجہ سے پریشان ہوئیں''۔

''ایسے کیوں کہہ رہی ہیں' کیا میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں؟''

''میں تمہاری پریشانی کے خیال سے کہہ رہی تھیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

ورنہ تم مجھے زرمین سے کم عزیز نہیں ہو''۔ مسز فیصل نے ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے کہا۔

''زقیان بیٹے! دونوں بچیوں کو گھر چھوڑ دو''۔

''مام! میں نے کھانا تیار کر دیا ہے اور یہ آپ کی ٹیبلٹس ہیں' تھوڑی دیر بعد یاد سے کھا لیجیئے گا فخر آفس سے آنے والا ہوگا' ورنہ میں تھوڑی دیر اور رک جاتی''۔ بطینہ شرمندہ سی کہنے لگی تو مسز فیصل کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور اسے تسلی دے کر جانے کی اجازت دے دی۔

''آئی ایم سوری' آپ میری بات سے ہرٹ ہوئے''۔ وہ کار میں بیٹھتے ہی بولی۔

''میں واقعی ہرٹ ہوا تھا کیا میں تمہیں اتنی گھٹیا سوچ رکھنے والا انسان لگتا ہوں کہ تمہاری بہن کے کھانے پر بھی مجھے اعتراض ہونے لگے گا''۔ زقیان سنجیدہ تھا۔ بطینہ نے جلدی سے نفی میں گردن ہلائی تھی زقیان اس کی بے ساختگی پر مسکراہٹ روک نہیں سکا تھا۔

''پھر میں تمہیں کیسا لگتا ہوں؟'' وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ بطینہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا جو پیار سے اسے ہی دیکھ رہا تھا' حیا کے مارے اس کی پلکیں جھکتی چلی گئیں۔

☆......☆......☆......☆

فرخ نے بیل پر ہاتھ رکھا اور اسی وقت ہٹایا جب گیٹ کھول دیا گیا۔ بطینہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ وہ اندر تقریباً دوڑتی ہوئی گئی اور کمرہ لاک کر لیا۔

''پلیز بطینہ! مجھے اکیلا چھوڑ دو' میں اس وقت کوئی بات کرنا نہیں چاہتی''۔ وہ اندر سے چیخی تھی۔

''تم ایسا کیوں کر رہی ہو' مجھے بتاؤ فخر ہوا کیا ہے؟'' بطینہ روتے ہوئے مستقل دروازہ پیٹے جا رہی تھی۔

''بس اتنا ہوا ہے کہ میری اصلیت میرے باس کے سامنے آگئی ہے''۔ فرخ دروازہ کھول کر دھاڑی اور جیسے ہی دوبارہ ڈور بند کرنا چاہا تو بطینہ نے ہاتھ رکھ دیا اور وہ روتے ہوئے بیڈ پر جا بیٹھی۔

''علیش! تم اپنے کمرے میں جاؤ''۔ حیران پریشان علیش کو بطینہ نے اس کے روم میں بھیج دیا اور بیڈ پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''میں اسی دن کے خوف سے تمہیں اتنا بڑا قدم نہیں اٹھانے دینا چاہتی تھی' میں نے تمہیں کتنا سمجھایا تھا کسی کو تم پر شک ہو سکتا ہے مگر تم پر تو ضد سوار تھی۔ اگر تنویل شاہ کوئی غلط آدمی ہوتا اور تمہارے ساتھ کچھ غلط ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاتی اور بابا کو کیا جواب دیتی کہ میں نے خود کو چار دیواری میں تمہاری وجہ سے محفوظ کر کے تمہیں دربدر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا وہ ہم سب میں تمہیں زیادہ چاہتے تھے''۔ بطینہ شدت سے رو رہی تھی۔

''بابا مجھے اپنا بیٹا مانتے تھے''۔ وہ تڑپ کر بولی تھی۔

''ماننے سے کچھ نہیں ہوتا اور بابا زندہ ہوتے تو تم اپنی پہچان بدل کر گھر سے نکلتیں؟''

''بابا ہوتے تو اس کی نوبت ہی کیوں آتی؟'' ایک بابا کی کمی نے ہی تو یہ دن دکھایا کہ میں نے ایک چہرے پر دوسرا چہرہ سجا لیا۔ بطینہ ہم سب کی بھلائی کے لئے کسی ایک کو تو آگے بڑھنا تھا' میری راہ غلط تھی' طریقہ غلط تھا مگر میری نیت تو صاف تھی' اور جب میری سوچ اور نیت میں کوئی کھوٹ نہیں تھا' تو میرے ساتھ کیسے کچھ غلط ہو سکتا تھا''۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر بلک اٹھیں فرخ نے اسے دوسری سچائی نہیں بتائی تھی اس نے ساری رات' مام اور بابا کی تصویر کو سینے سے لگائے روتے ہوئے گزار دی تھی اور صبح تک بخار میں بری طرح جل رہی تھی۔ بطینہ کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے تھے گھبراہٹ میں سب کچھ بھول گئی اور زقیان کو فون کر کے بلایا تھا۔ (فرخ نے حقیقت صرف مسز فیصل کو بتا کر رازداری کا وعدہ لیا تھا) ڈاکٹر کے جانے کے بعد بطینہ نے زقیان کو تمام سچائی سے آگاہ کر دیا تو وہ مسکرانے لگا۔

''میں جانتا ہوں' جب فرخ نے ماما کو بتایا تھا اتفاق سے میں نے سن لیا تھا' لیکن کبھی کسی سے ذکر نہیں کیا تھا اور جس تنویل شاہ کی تم بات کر رہی ہو اس نے کئی دفعہ مجھ سے

اس بارے میں شک کا اظہار کیا تھا اور میں نے اس کا وہم کہہ کر ٹال دیا تھا اور تم پریشان نہ ہو' فرخ کو کچھ نہیں ہوا' کچھ ہی دیر میں بخار اتر جائے گا''۔ زقیان بہت نرمی سے کہہ رہا تھا' جبھی کال بیل کی آواز پر ''میں دیکھتا ہوں'' کہتا ڈائننگ روم سے نکل گیا۔

''تو یہاں کیا کر رہا ہے؟'' زقیان نے تنویل شاہ کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی' جب اس کی نگاہ تنویل کی مام اور نانا جان پر پڑی۔

''نانا جان! آپ اسے تو جانتے ہی ہیں اور یہ یہاں کیسے تو یہ آپ کی نواسی بطینہ کا شوہر ہے کچھ ماہ قبل ہی ان کا نکاح ہوا ہے''۔ تنویل شاہ نے اندر قدم بڑھاتے ہوئے بتایا تو زقیان تو نواسی پر ہی اٹک کر رہ گیا تھا۔

''مجھے معاف کر دینا بیٹا! میں نے اپنی بیٹی کے ساتھ بہت زیادتی کی تھی 24 سال پہلے میں بہت کٹھور بن گیا تھا' کبھی جس کی آنکھوں میں آنسو مجھ سے برداشت نہیں ہوتے تھے اس کی بہتی آنکھوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر تعلق اس سے توڑ لیا اس کی شادی احمد خان سے کر تو دی مگر خود سے جڑا ہر رشتہ ختم کر ڈالا' اسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھالی اور وہ اپنے باپ کی قسم پوری کرنے کے لئے جان سے چلی گئی میں تم سب کا مجرم ہوں بیٹا' اپنے بوڑھے نانا کو معاف کر دو''۔ منصور شاہ بہت دلگرفتہ سے آنسو بہا رہے تھے' بیٹی کی موت کی خبر نے ان کی کمر توڑ ڈالی تھی۔

''ایسے نہ کہیں نانا جان!'' بطینہ ان کے سینے سے جا لگی۔

''بطینہ! یہ تم نے کن لوگوں کو اپنے گھر میں گھسایا ہوا ہے؟'' ان سب نے آواز پر چونک کر دیکھا' بلو جینز' وائٹ شرٹ میں سرخ چہرہ' بکھرے الجھے بالوں کے ساتھ وہ ڈرائنگ روم کے دروازے کے پاس کھڑی کافی غصے میں نظر آ رہی تھی۔

''فرخ! یہ دیکھو یہ ہمارے نانا جان ہیں اور یہ اتنی کیوٹ بالکل مام کی طرح ہماری خالہ جانی ہیں''۔ بطینہ زرمین شاہ کے برابر سے اٹھتی اس کے پاس کھڑی جوش سے کہنے لگی۔

''تم اتنی خاموش کیوں ہو اور تم نے مجھے رات کو ہی کیوں نہیں بتایا تھا؟'' اس نے مصنوعی خفگی کا سہارا لیا تھا۔

''میں ضروری نہیں سمجھتی تھی''۔ وہ بہت بے رخی سے بولی تھی۔

''فخر! اتنی امپورٹنٹ بات تم نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھی تھی۔ ہمارے نانا جان کا ملنا' تمہارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا' اگر ہمیں اپنے نانا جان کے بارے میں علم ہوتا تو ہم ان کے پاس چلے جاتے یوں دربدر تو نہ بھٹکتے''۔

''کبھی نہیں بطینہ! جن لوگوں نے کبھی میری ماما کا مان نہیں رکھا تھا' انہیں سہارا نہیں دیا تھا' وہ ہمیں کیا سہارا دیں گے اور میں ابھی اتنی کمزور نہیں ہوں کہ دوسروں کے سہارے اور احسان لینے چل پڑوں''۔ وہ کسی کو بھی دیکھے بغیر تلخی سے کہہ رہی تھی اور آنسوؤں پر اس کا بس نہیں تھا۔ منصور شاہ برستی آنکھوں سے اس کی بے رخی دیکھتے اس کی جانب بڑھے۔

''وہیں رک جائیے' میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے' ابھی تو آپ بڑا بیٹی کہہ کر میری جانب بڑھ رہے ہیں جب حقیقت پتا چلے گی تو اپنے قدم پیچھے ہٹا لیں گے' دوسروں کو بیچ راہ میں چھوڑ دینا تو آپ کی پرانی عادت ہے''۔

''فرخ! تمیز سے بات کرو' یہ ہماری مام کے بابا ہیں''۔

''یہ میری ماما کے بابا ہیں تو اس وقت کہاں تھے جب وہ ان کے لئے تڑپ تڑپ کر روتی تھیں۔ میری مام کا اتنا ہی جرم تھا کہ انہوں نے محبت کی شادی کی تھی اور انہوں نے مام کو اپنی زندگی سے کسی فالتو شے کی طرح پھینک دیا' کبھی پلٹ کر انہیں نہیں دیکھا' اور وہ جب یہاں آئیں بھی تو انہیں ان کے شوہر کے ساتھ دھتکار کر اپنے گھر کے دروازے بند کر لئے۔ انہیں احمد خان سے نفرت تھی جس کی پاداش میں بیٹی سے ناتا توڑ لیا تھا' تو میری رگوں میں اسی احمد خان کا خون دوڑ رہا ہے' انہیں میرے بابا جان سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

نفرت ہے اور مجھے اس دنیا میں کسی سے محبت ہے تو وہ صرف میرے بابا جان ہیں۔ انہوں نے جس شخص کی خاطر بیٹی کو نہیں بخشا تھا اپنے خون کی پرواہ نہیں کی تھی تو اسی احمد خان کے خون کی کہاں پروا کریں گے۔ میری مام کو بابا سے محبت کی سزا آپ نے مام کو خود سے جدا کر کے دی تھی بابا سے محبت کرنے کی مجھے کونسی سزا دیں گے''۔ اس کا لہجہ بہت ٹوٹا ہوا سا تھا۔

''میں کسی کو کیا سزا دوں گا بیٹا! سزا تو میرے کیے کی مجھے میری بیٹی جاتے جاتے دے گئی ہے' اور بیٹا میرا جرم صرف اتنا ہی تھا کہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتا تھا اور امید کرتا تھا کہ وہ میری خاطر' احمد خان سے شادی نہیں کرے گی' میری دی ہوئی زبان کی لاج رکھے گی۔ مگر اس وقت باپ کی محبت پر ایک اجنبی کی محبت جسے وہ فقط دو سالوں سے جانتی تھی غالب آ گئی تھی۔ اس نے میری غصے سے کہی بات پکڑ لی اور باپ کو چھوڑ کر احمد خان کا ہاتھ تھام لیا جو میری انا اور غیرت پر ایک تازیانہ تھا بعد میں وہ بہت بار آئی میری دہلیز تک مگر میں نے اسے اپنی دہلیز پار نہیں کرنے دی''۔

''آپ کو اگر میرے بابا جان پسند نہیں تھے تو آپ انہیں انکار کر دیتے کیوں آپ نے ایک فضول سی کڑی شرط رکھی؟ باپ اور محبت میں سے کیوں ایک کو چننے کے لئے کہا؟ مگر آپ کی شرط نے انہیں توڑ دیا اور وہ وہ کر بیٹھیں جو نہیں کرنا چاہتی تھیں اور میرے بابا تو اس شرط کو جانتے ہی نہیں تھے جب آپ نے ولیمے میں شرکت نہیں کی تب انہیں پتا چلا اور وہ مام کو آپ کے پاس لے کر آئے آپ نے انہیں نکال دیا بابا جان سے' مام کی شادی کرنے سے بہتر تھا آپ میری مام کو جان سے مار دیتے وہ بابا کو پا کر بہت خوش تھیں' اور آپ کو کھو کر بے حد اداس' اور آپ کے دکھ اور بابا کے ساتھ کی خوشی نے انہیں بہت عجیب بنا دیا تھا روتے روتے کوئی یاد انہیں ہنسا دیتی تھی تو ہنستے ہنستے رو پڑتی تھیں بہت کچھ تھا مام کے پاس' مگر آپ کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ اندر سے خالی تھیں ان کے فیصلے نے آپ کا مان توڑا تھا تو آپ کی ضد نے انہیں ہی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا میں گواہ ہوں اپنی مام کی اداسی کی' وہ مجھ سے اپنی ہر بات شیئر کرتی تھیں' مگر کبھی آپ کا ایڈریس نہیں دیا، کہتی تھیں فخر! مجھے بابا جان بہت چاہتے تھے مگر جب انہوں نے شرط میرے سامنے رکھی تو میں نے ضد میں آ کر مان لی اور مجھے یقین تھا میرے بابا مجھے معاف کر دیں گے وہ میرے بغیر نہیں رہ پائیں گے مگر انہوں نے مجھ سے ہر ناتا توڑ لیا وہ مرتے دم تک میری شکل نہیں دیکھنا چاہتے اور میں اپنے رب سے دعا کرتی ہوں فخر کہ مجھے اپنے پاپا سے پہلے ہی موت آ جائے میں نہیں چاہتی کہ کبھی میرے بابا جھوٹے پڑیں' انہیں اپنی قسم توڑنا پڑے''۔ فرخ اپنی مام کے الفاظ بہت روتے ہوئے ٹوٹے ہوئے شکستہ لہجے میں دہرا کر خاموش ہو گئی تھی کمرے میں موجود ہر شخص کی آنکھ نم تھی۔

''فرخ بیٹی! اپنے گناہگار نانا جان کو معاف کر دو''۔ منصور شاہ ہاتھ باندھے گلوگیر لہجے میں بولے فرخ نے بہت تڑپ کر ان کے ہاتھ کھولے اور ان کے سینے سے لگ کر بلک اٹھی اس کی سسکیاں تھمنے میں نہیں آ رہی تھیں۔

''آپ اچھے نہیں نانا جان! آپ نے مام کے ساتھ جو کیا وہ کیا مگر ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا' ہم ننھیالی رشتہ داروں کو ترستے رہے۔ لیکن یہ پیار بھری چھایا ہمیں نہیں ملی۔ نانا جان! جب مام اور بابا ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تو ہم ایک دم اکیلے پڑ گئے تڑپ کر روتے تھے' مگر کوئی اپنا نہیں تھا جس کی پناہوں میں ہم خود کو محفوظ سمجھتے۔ مجھے اپنے تحفظ کے لئے اپنی پہچان بدلنا پڑی۔ آپ کے ہوتے ہوئے بھی ہم ایک سائبان کے لئے تڑپتے بھٹکتے پھر رہے تھے کیوں نانا جان کیوں آپ نے اپنی بیٹی کو خود سے الگ کیا اگر وہ غلطی پر تھیں تو کیوں آپ نے انہیں نہیں سمجھایا اسے اس کے حال پر کیوں چھوڑ دیا؟'' فرخ ان کے سینے سے لگی دکھ سے شکوہ کر رہی تھی پھر ان سے الگ ہوتے ہوئے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے پیار سے انہیں دیکھتے ہوئے بہت مان سے کہنے لگی۔

''نانا جان! آپ مجھے تو چھوڑ کر نہیں جائیں گے' میں

غلطی کروں ناں نانا جان تو آپ مجھے خوب ڈانٹیئے گا' بلکہ مجھے ماریئے گا مگر مجھے اب کبھی تنہا نہیں کیجئے گا اپنوں سے دور ہو کر نہیں جیا جاتا نانا جان' مجھ سے وعدہ کریں مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جائیں گے''۔ منصور شاہ نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور اپنی بانہوں میں اس کے تڑپتے وجود کو سمو لیا اور انہیں لگا جیسے برسوں بعد انہوں نے اپنی شریمن کو سینے سے لگایا ہو' ان کے ایک غلط فیصلے نے کتنی زندگیاں برباد کی تھیں اور اب بیٹی کی بیٹی کو سینے سے لگائے آئندہ ایسی کوئی غلطی نہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے وہ دھیرے سے مسکرا دیئے تھے۔

☆.....☆.....☆.....☆

''مراد خان! بطینہ کا ہاتھ چھوڑ دو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا''۔ فرخ اور بطینہ' تنویل شاہ کے ساتھ شاپنگ کرنے آئی تھیں (ایک ہفتہ بعد بطینہ کی رخصتی تھی) تنویل شاہ کسی دوست کے ساتھ گیا تھا اور وہ دونوں خریداری کر رہی تھیں کہ اچانک مراد خان ان کے سامنے آ گیا اور بطینہ کا ہاتھ تھام کر وہاں سے لے جانے لگا تو فرخ راہ میں آ گئی اور اسے روکنا چاہا۔

''تم لوگ کیا سمجھتیں تھیں' مجھے بتوکہ دے کر بھاگ جاؤ گی' آج تم لوگوں سے میں اپنی ہر بے عزتی کا بدلہ لوں گا''۔ مراد خان پبلک پلیس کا خیال کئے بغیر نفرت سے بولا اور پینٹ سے پسٹل نکال کر فرخ کی جانب تانی تھی اور روتی ہوئی بطینہ کو گھسیٹنے لگا تھا' سارے لوگ ڈر کر دور ہو گئے تھے اور خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

''تنویل! اسے روکو' یہ بطینہ کو کہاں لے جا رہا ہے؟'' فرخ جلدی سے تنویل تک آئی تھی۔

''مراد خان! لڑکی کو چھوڑ دو''۔ تنویل آگے بڑھا۔

''دور رہ ورنہ گولی چلا دوں گا''۔ اس نے بطینہ کی کنپٹی پر پسٹل رکھی اور ان دونوں کو آگے بڑھنے سے روکا اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔ فرخ نے ادھر ادھر پریشانی سے دیکھا' اس کی نگاہ بطینہ کے ہاتھ سے گرے شاپنگ بیگز پر پڑی' کپڑے اور کاسمیٹکس کی اشیاء بکھری پڑی تھیں' اس نے جھک کر میک اپ بکس اٹھایا اور مراد خان کے دائیں ہاتھ کا نشانہ لیا' پسٹل اس کے ہاتھ سے گری جسے فرخ نے لپک کر اٹھایا اور مراد خان پر تان لی' تو وہ گھبرا گیا۔ تنویل شاہ نے بطینہ کا ہاتھ اس سے چھڑایا جو خوف کے مارے پیلا پڑ گیا تھا۔ کیونکہ فرخ کی انگلی ٹریگر پر تھی۔

''فر.....فخر پلیز گولی نہ چلانا''۔ بطینہ چیخی۔

''پلیز فرخ! چھوڑ دو اسے''۔ تنویل شاہ بھی اس کے جارحانہ تاثرات سے خوفزدہ سا ہو گیا تھا۔

فرخ نے گولیاں ہتھیلی پر نکال لیں اور خالی پسٹل مراد خان کو کھینچ کر ماری' جو ڈرائیونگ ڈور کھول کر بیٹھنے کو تھا' اس کے سر پر لگی تھی وہ گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہو گیا۔

''پلیز بطینہ! چپ ہو جاؤ کچھ اپنی اس بہادر بہن سے بھی سیکھو' مجھے تو ایک پل کو لگا تھا مراد خان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا مگر داد دینی پڑے گی آپ کی بہن صاحبہ کی بہادری کی' کیسے اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا''۔ تنویل شاہ اسے شاک سے باہر نکالنے کے لئے ہلکے پھلکے انداز میں بولا جبکہ وہ بھی آج فرخ کی بہادری کا قائل ہو گیا تھا' جو کام وہ خود بھی نہیں کر پایا تھا وہ اس نازک سی لڑکی نے کر دیا تھا اس میں اچانک نہ جانے کہاں سے اتنی ہمت آ گئی تھی کہ وہ یہ سب کر بیٹھی۔

''فرخ بجو! آپ نے واقعی اس غنڈے کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا''۔ احمر (انوار ماموں کا بیٹا) بہت حیرت زدہ تھا۔

''یار! تم ہوتے نا تو دیکھتے تمہاری بجوا یکدم ''جیکی چین'' لگ رہی تھیں''۔ تنویل شاہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھی فرخ کو دیکھتا مسکراتا ہوا بولا تو سب ہی ہنس پڑے۔

''احمر! اچھا ہوا تم وہاں نہیں تھے' ورنہ اپنے بھائی صاحب (تنویل کو احمر اور اس کی دونوں بہنیں جو شادی شدہ اور تنویل سے چھوٹی تھیں بھائی صاحب کہتی تھیں) کو بزدلوں کی طرح کھڑا دیکھ کر یقیناً افسوس کرتے''۔ فرخ اسے گھورتے ہوئے طنز سے بولی تو ایک بار پھر سب کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''فرخ! آؤ تمہارے ہاتھ پر مہندی لگادوں''۔ارم (انور کی ماموں کی بیٹی) مہندی کی کون پکڑے بہت پیار سے کہہ رہی تھی۔

لاؤنج میں منصور شاہ' تنویل شاہ' فرخ اور احمر تھے اور ارم اپنے روم سے آئی تھی باقی سب اٹھ گئے تھے۔

''نہیں پلیز ارم! رہنے دو' میں مہندی نہیں لگاتی''۔فرخ ٹی وی پر سے نگاہ ہٹا کر بے زاری سے کہہ رہی تھی۔

''لگالو بیٹا! لڑکیوں کے ہاتھوں میں مہندی بہت سجتی ہے''۔منصور شاہ بہت شفقت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''نانا جان! انہیں مہندی نہیں دگ اور داڑھی مونچھ لگانے کا بہت شوق ہے' یہ کوئی سنڈریلا نہیں شاہ رخ خان ہیں''۔تنویل شاہ کا انداز شرارت لئے ہوئے تھا۔

''اے مسٹر! ہوگے تم ''شاہ رخ خان'' اور نانا جان دیکھیں اپنے نواسے کو میری مجبوری کا مذاق اڑا رہا ہے''۔وہ اس کو سناتے ہوئے منصور شاہ کے پاس کھس کر بیٹھ گئی اور اس کی شکایت کرنے لگی۔

''ارے کہاں فرخ! میں تو سچائی بتا رہا ہوں' لڑکا بن کر تم کیا غضب کی لگتی ہو''۔تنویل نے اسے دیکھا وہ منصور شاہ کے پاس وائٹ ٹراؤزر اور پنک شرٹ میں بیٹھی اس کو غصے سے گھور رہی تھی۔اسی وقت نرمین شاہ واپس لوٹی تھیں اور ارم باہر چلے گئے تھے۔

''کیا ہوا نرمین' کس کا فون تھا؟''منصور شاہ نے پوچھا۔

''بابا جان! مسز ولید کا تھا وہ اپنے بیٹے کے لئے فرخ کا ہاتھ مانگنا چاہتی ہیں''۔نرمین شاہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بتایا' اپنی ماں کی بات پر تنویل شاہ نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

''پھر تم نے کیا کہا؟''منصور شاہ نے نواسے کی اتری شکل دیکھ کر دلچسپی ظاہر کی تھی۔

''میں کیا کہتی بابا جان! میرا تو ارادہ ہی کچھ اور تھا''۔

نرمین نے اپنے بیٹے کو دیکھا اور پھر فرخ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم مسز ولید کو بلالو' فرخ لڑکے کو دیکھ لے گی' آخری فیصلہ اسی کا ہوگا''۔ان کی بات پر فرخ نے ان پر نظر ڈالی۔

''نہیں نانا جان! آخری فیصلہ آپ کا ہوگا' آپ میرے لئے جس لڑکے کو پسند کریں گے میں اسی سے شادی کروں گی''۔فرخ نے پیار سے ان کے ہاتھ تھامے اور مان سے بولی۔

''پھر کیا خیال ہے تنویل؟''

''کیوں مرواتے ہیں نانا جان! آپ کو اور کوئی لڑکی نہیں ملی جو میری اس جنگجو لڑکی سے شادی کروا رہے ہیں''۔

''بکواس نہیں تنویل! شرافت سے بتاؤ ورنہ میری نواسی کے لئے اچھے رشتوں کی کوئی کمی نہیں ہے''۔

''ایسا کریں نانا جان! اپنے شرافت کی کسی شریفن سے شادی.....''نرمین نے اس کے ایک دھپ لگائی تو وہ مسکرا کر خاموش ہوگیا۔

''نرمین! ابھی فون کر کے مسز ولید کو فائنل جواب دے دو''۔

''ارے نہیں نانا جان! کیسی باتیں کرتے ہیں' میں تو مذاق کر رہا تھا' گھر کے بچے گھر ہی میں سیٹ ہو جائیں تو بہتر ہے''۔منصور شاہ کے فیصلے پر وہ گھبرا کر مدبرانہ انداز میں بولا' تو ان دونوں (منصور شاہ اور نرمین) کے ساتھ فرخ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ رینگ گئی' تو تنویل شاہ جھینپ گیا۔

''اب آیا ہے لائن پر' اس نے تمہیں بہت ستایا ہے تم بھی بہت جلانے کے بعد ہی اقرار کرنا''۔منصور شاہ کے شرارت سے سرگوشی کرنے پر تنویل نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''تمہاری ماں کی خواہش میرے فیصلے نے پوری کردی تھی مگر اس کی خوشی ادھوری تھی' مگر تمہیں مکمل خوشیاں ملیں گی''۔منصور شاہ دھیرے سے کہتے جانے کو اٹھ گئے

ساتھ ہی نرمین شاہ بھی اٹھ گئیں۔

''نانا جان! میرے دل کی بات جان گئے' جبکہ میں نے ابھی خود سے ہی اپنے دل کی بات نہیں کہی تھی''۔اس نے حیرت و خوشی سے سوچا۔

''تم کہاں چلیں؟ کچھ وقت نانا جان کے نواسے کے ساتھ بھی گزار لو' مسٹر فرخ''۔تنویل شاہ نے شرارت سے اس کی لٹ کھینچی تھی۔

''آپ مجھے بار بار ''مسٹر'' کیوں کہہ رہے ہیں؟''وہ تنکی تھی۔

''تم لگ بھی تو پوری ''مسٹر چارسو بیس'' رہی ہو''۔تنویل شاہ نے اس کی ڈریسنگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے چوٹ کی تھی۔

''میں ہمیشہ سے ہی ایسے کپڑے پہنتی ہوں' آپ کو کیا اعتراض ہے؟''

''اب تک تو ٹھیک تھا مگر شادی والے دن میں نے تو کسی دلہن کو جینز اور ٹی شرٹ میں نہیں دیکھا''۔وہ اب مسکرا رہا تھا۔

''میری مرضی میں اپنی شادی میں لہنگا پہنوں یا جینز.....''

''کیسے تمہاری مرضی' بے شک پہنو گی تم مگر دیکھوں گا تو میں.....''فرخ نے اسے دیکھا جو پیار سے اسے دیکھتا ذومعنی انداز میں کہہ رہا تھا' اس کی پلکیں آپ ہی آپ جھکتی چلی گئیں۔

تیرے چہرے پر جو رنگ حنا ٹھہر جائے
تو سانس وقت سمندر ہوا ٹھہر جائے

تنویل شاہ اس کے خوبصورت چہرے کو اپنی نگاہ کے حصار میں لئے وارفتگی سے ایک جذب کے عالم میں کہہ رہا تھا۔کچھ لمحے یونہی خاموشی سے سرک گئے' فرخ جھینپی سے بھاگ جانے کو تھی کہ ایک بار پھر تنویل شاہ کی آواز نے قدم روک لئے۔

''بہادر صاحب' ایک دفعہ تو اپنے دل کی بات کہنے کے لئے بہادری کا مظاہرہ کیجئے''۔تنویل شاہ شرارت سے پر لہجے میں پکارا تھا۔

''آپ کب تک مجھے صاحب اور مسٹر کہہ کر شرمندہ کرتے رہیں گے''۔

''شاید ساری زندگی.....''

''اور اگر میں موقع نہ دوں تو.....''اسی کا انداز اپنایا گیا تھا۔

''اچھا کیا کرو گی' مجھ سے شادی سے انکار کرتے ہوئے تمہارا دل نہیں ڈولے گا' وہ دل کہاں سے لاؤ گی جس میں تنویل شاہ کی شبیہہ نہ ہو''۔

''جہاں سے آپ مجھے ستانے اور پشیمان کرنے کے لئے دوسرا دل لینے جائیں گے' میں بھی ساتھ جا کر وہیں سے آپ کی طرح دوسرا دل لے آؤں گی''۔تنویل شاہ اس کی حاضر جوابی پر دل کھول کر ہنسا تھا۔

''سیانے کہتے ہیں' ذہین بیوی خطرے کی علامت ہوتی ہے' اور تنویل شاہ اس خطرے میں ڈوبنے کو دل و جان سے تیار ہے''۔تنویل شاہ نے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط مردانہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

''فرخ! اپنے ان نازک ہاتھوں میں کیا میرے نام کی مہندی لگاؤ گی؟ اپنے وجود سے کیا میرا گھر آباد کرو گی؟''ایک مان سے سوال کیا تھا۔

''سوچوں گی''۔کنفیوژ ہونے کے باوجود بے رخی سی برتی تھی۔

''ادھر دیکھو فرخ! میری آنکھوں میں سوچنے میں مدد ملے گی''۔فرخ اس کی خوبصورت آنکھوں میں زیادہ دیر نہیں دیکھ سکی تھی۔

''میں' تم سے' شادی..... کرنے کے لئے راضی ہوں''۔فرخ شرارت سے اسے دیکھتی ہوئی یہ کہتی چھپاک سے باہر نکل گئی۔تنویل شاہ دل سے مسکراتے ہوئے نانا جان کو بتانے کے لئے ان کے روم کی طرف بڑھ گیا۔

زندگی کی آزمائش ختم ہو چکی تھیں' بہت خوبصورت سی زندگی ان سب کی منتظر تھی۔

☆☆☆☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM